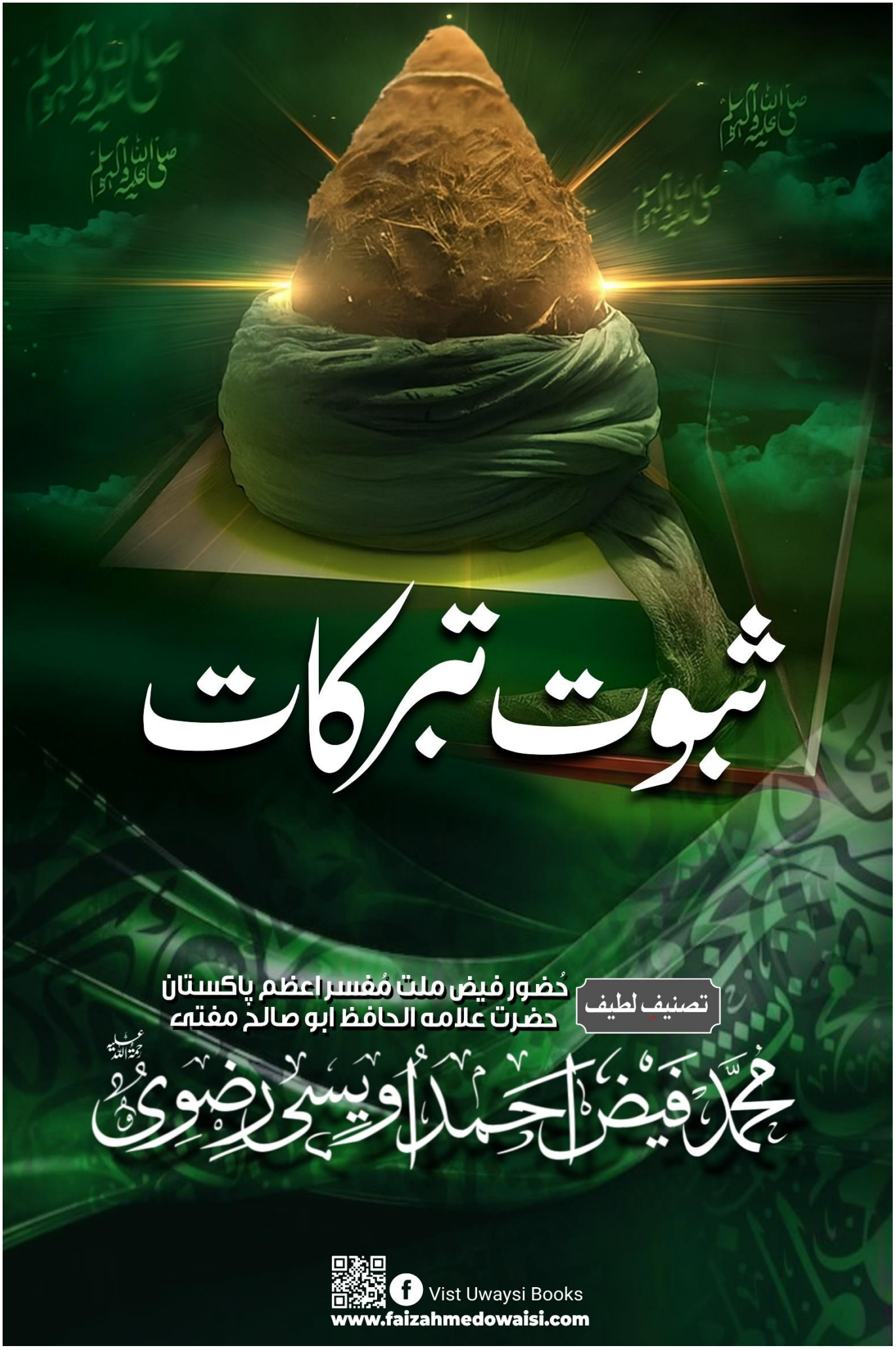
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
ثبوتِ تبرکات
تصنیف لطیف
حضور فیض ملت مفسر اعظم پاکستان
حضرت علامہ الحافظ ابو صالح مفتی
محمد فیض احمد اویسی رضوی رحمۃ اللہ علیہ
Vist Uwaysi Books
www.faizahmedowaisi.com

پیشِ لفظ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیم

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیم

امابعد! حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزۂ علمِ غیب ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دین کی ابتداء غریبوں سے ہوئی اور پھر قُربِ قیامت میں دین غریبوں کی طرف لوٹے گا(مفہوم)۔

یہ معجزہ دَورِ حاضرہ میں سورج سے زیادہ چمک رہا ہے کہ آج کل اکثر دین کے اُمور(کام) غُرباء(غریبوں) میں پائے جاتے ہیں۔ فقیر کو پچاس(۵۰) سال سے زائد اَپیل کرتے بیت(گزر) گئے کہ فقیر کی سینکڑوں تصانیف اِشاعت طلب ہیں لیکن کسی نے توجہ نہ فرمائی اب چند سالوں سے فقیر کے رَسائل کی اِشاعت فقیروں، غریبوں کے حصہ میں آئی ہے کہ سینکڑوں رَسائل اِشاعت پذیر ہو رہے ہیں، اُمید ہے اِن شاء اللہ یہ سلسلہ تا قیامت جاری رہے گا۔ خدا کرے ایسے ہی ضخیم تصانیف مثلاً تفسیر عربی ۳۰ جلد وغیرہ مُتموّل(مالدار) حضرات یا غُرباء و مَساکین کے ذریعے شائع ہوں۔

(لَعَلَّ ٱللّٰہَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ أَمْرًا)(شاید اللہ اس کے بعد کوئی نیا حکم بھیجے۔)

یہ رسالہ ایک مسکین فوجی محمد ریاست علی خان اُویسی شائع فرما رہے ہیں، باوجودیکہ عیالدار(بال بچوں والے) اور معمولی تنخواہ کے سوا اور کوئی ذریعہ نہیں لیکن عشقِ مصطفی ﷺ سے مالا مال ہیں۔(ٱلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِكَ)

مولیٰ عزوجل اِس رسالہ کو فقیر اور ناشر کے لئے موجبِ(ذریعہ) مغفرت و قارئین کے لئے مَشعلِ راہِ ہدایت بنائے۔

(آمِینَ، بِجَاہِ حَبِیبِہِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِینَ، صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہِ وَأَصْحَابِہِ أَجْمَعِینَ.)

مدینے کا بھکاری،

الفقیر، القادری، ابو الصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفر له

۶، شوال المکرم، ۱۴۲۸ھ

بہاولپور، پاکستان

مقدّمہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیم

الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ، وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ، وَعَلٰی آلِہِ وَأَصْحَابِہِ أَجْمَعِینَ.

اہلِ سنّت میں تَبرّکات ایک اہم اَمر ہیں اور اِن سے بفضلہٖ تعالیٰ دنیا و آخرت کی خیر و بھلائی نصیب ہوتی ہے، لیکن بعض لوگ با وجود دعوائے مسلمانی، اِنہیں شرک سے تعبیر کرتے ہیں، حالانکہ تَبرّکات کا ثبوت قرآنِ مجید اور اَحادیثِ صحیح میں موجود ہے۔ فقیر نے دو رسالے "البَرَکات في

التبرّکات" اور "تبرّکات میں شفاء" لکھے ہیں۔ اِن میں طوالت (تفصیل) ہے اور تحقیقی مضامین۔ اِس رسالہ میں صرف تبرّکات کا ثبوت قرآن واَحادیثِ صحیحہ سے پیش کیا جائیگا وہ بھی اِختصار کے ساتھ تاکہ ہر مسلمان تبرّکات کی بَرکات سے مالامال ہونے پر یقین کر سکے۔

تبرُّک کا لُغوی وشرعی معنی: تبرّک از بابِ تفعُّل بمعنی بابرکت ہونا یا برکت حاصل کرنا، جن مقدّس اَشیاء سے جو کہ اللہ کے مقبول ومحبوب بندوں سے بالخصوص تعلق ہوتا ہے وہ چونکہ اِن سے متعلق ہونے کی وجہ سے بابرکت ہو جاتی ہیں، اِس لئے اُنہیں مُتبرّک (برکت والا) سمجھا جاتا ہے، اُن سے بَرکات حاصل کی جاتی ہیں۔ اُنکی برکت سے مشکلیں حل ہوتی ہیں، قبر کے عذاب سے نجات اور آخرت میں بے شمار اَجر وثواب اور اِنعام نصیب ہوتا ہے۔ قرآن مجید کی آیات اور اَحادیثِ صحیحہ، اُنکے اِن اُمور کے شاہد (گواہی دیتے) ہیں۔ چند نمونے فقیر اِس رسالہ میں عرض کرتا ہے۔

وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ، وَصَلَّى اللهُ وَسَلَّمَ عَلَى نَبِيِّهِ الْكَرِيمِ الْأَمِينِ، وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ.

آیاتِ قرآن مجید

وَ قَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا قَالُوْۤا اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَ نَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَ لَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىهُ عَلَيْكُمْ وَ زَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَ الْجِسْمِ ؕ وَ اللّٰهُ يُؤْتِيْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ

وَ قَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖۤ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ بَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَ اٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (البقرة:247 إلى 248)

ترجمہ: اور ان لوگوں سے ان کے پیغمبر نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر طالوت[1] کو بادشاہ مقرر فرمایا۔ کہنے لگے کہ ان کو ہم پر حکمرانی کا کیسے حق حاصل ہو سکتا ہے، حالانکہ بہ نسبت ان کے ہم حکمرانی کے زیادہ مستحق ہیں اور ان کو تو مالی وُسعَت بھی نہیں دی گئی۔ ان کے پیغمبر نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے مقابلہ میں اُن کو منتخب فرمایا ہے اور علم اور جَسامَت میں اس کو زیادتی دی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنا ملک (اپنی سلطنت) جس کو چاہے دے اور اللہ تعالیٰ وُسعَت دینے والا اور جاننے والا ہے۔ اور ان سے ان کے پیغمبر نے فرمایا کہ ان کے بادشاہ ہونے کی علامت یہ ہے کہ تمہارے پاس وہ صندوق آجائے گا جس میں تسکین کی چیز ہے تمہارے رب کی طرف سے، کچھ بچی ہوئی چیزیں ہیں جن کو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام چھوڑ گئے ہیں، اس صندوق کو فرشتے لے آویں گے تم لوگوں کے واسطے (کے لئے) پوری نشانی ہی، اگر تم ایمان لانے والے ہو۔

★---**ثُبوتِ تبرّک:** آیاتِ مذکورہ میں تبرّک کا ثُبوت:

فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ بَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَ اٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ-(البقرة: 248)

تفصیلِ واقعہ وتفسیرِ آیۃ: مفسّرین کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ حضرتِ یعقوب علیہ السلام کے بارہ (۱۲) صاحبزادے تھے، اُنہیں اور اُن کی اولاد کو بنی اِسرائیل کہتے ہیں، فرعونِ مصر (ولید بن مُصعَب بن رَیان) نے انہیں اپنی غلامی کی زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا، اللہ تعالیٰ نے حضرتِ موسیٰ علیہ السلام کو اُن (بنی اسرائیل) کا نجات دہندہ (دلانے والا) بنا کر بھیجا اور انہوں نے اس ظالم و جابر حکمران کے ظلم و ستم اور غلامی کے شکنجے سے بنی اسرائیل کو نجات دِلائی۔ بنی اسرائیل فلسطین، اُردن، اور بیت المقدّس کے علاقوں میں آکر آباد ہو گئے، حضرتِ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام نے اُن کی ظاہری وباطنی تربیت کی،

---

1) طالوت کا ذکر قرآن کریم میں ایک نیک بادشاہ کے طور پر آیا ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے بعد پیغمبر شمویل علیہ السلام کے وقت میں تخت نشین ہوئے اور بنی اسرائیل کو ظالموں کے ظلم سے نجات دلائی۔ بائبل میں طالوت کا نام ساؤل ہے۔

ایمان و نجات کا راستہ دِکھایا اور اِطاعت و بندگی اور فرمانبرداری کی زندگی گزارنے کی ترغیب دی، اگرچہ ان میں اکثر اَکھڑ (ضد) مِزاج، بے ڈھب (بے ڈھنگے) اور ہٹ دھرم تھے، مگر سُلجھے ہوئے دماغ کے افراد بھی موجود تھے، اُنہوں نے پیغمبروں کی تعلیمات واِرشادات کو سمجھا اُنکی پیروی کی اور اُنہیں حرزِ جان (عزیز تر) بھی بنایا۔

تعلیماتِ نُبوّت اور فیضانِ رِسالت نے ان پر واضح کر دیا کہ اللہ کے ساتھ نسبت و تعلق رکھنے والی چیزیں بھی بابرکت اور باعثِ نجات ہوتی ہیں، ان میں قدرت کی طرف سے ایسی تاثیر اور برکت پیدا ہوتی ہے کہ ان کی بدولت تکالیف زائل (دور) ہوتی اور مَصائب کی بدلیاں (یعنی غم کے بادل) چَھٹتی (ختم ہوتے) ہیں اور آنے والی آفات راہوں سے ہٹ جاتی ہیں، اللہ تعالیٰ اُنکی برکت سے اپنے بندوں پر رحم فرماتا ہے اور فتح و نُصرت، اِنعام و اکرام اور دیگر مُراعات (رعایتوں) سے نوازتا ہے۔

جب موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کا وِصال ہوا تو اُنہوں نے اِن تعلیمات و نظریات کے مطابق اُن دونوں بزرگ ہستیوں کے تَبَرّکات کی دل و جان سے حفاظت کی، چنانچہ اُن کے تَبَرّکات کو ایک صندوق میں رکھ دیئے، جب بھی کوئی مشکل پیش آتی تو وہ بڑی عاجزی کے ساتھ بارگاہِ خداوَندی میں عرض کرتے: "یااللہ! ہم گناہ گار ہیں، کسی رِعایت کے قابل نہیں، مگر ہم تیرے محبوب بندوں کے اِن تَبَرّکات کا وسیلہ پیش کرتے ہیں، ہمیں دشمنوں پر غلبہ عطا فرما اور کافروں کے ہاتھوں ذلیل و رُسوا ہونے سے بچا۔"[2]

چنانچہ اِن تَبَرّکات کی برکت سے اُنہیں دشمنوں پر بَرتَری عطا کر دی جاتی تھی، وہ کامیاب و بامُراد لوٹتے اور بے حد خوش ہوتے۔ اُس صندوق میں درج ذیل تَبَرّکات تھے: حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا مبارک، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کپڑے اور نعلین شریف، حضرت ہارون علیہ السلام کا عمامہ شریف، تورات کی اَلواح (تختیوں) کے ٹکڑے۔[3]

بنی اسرائیل نے یہ آزمالیا تھا کہ جس میدان میں وہ یہ تابُوت (صندوق) لے کر جاتے ہیں، اُس میں اُن پر اطمینان و سکون نازل ہوتا ہے، اُنہیں کوئی ذہنی کوفت (اُلجھن) یا پریشانی لاحِق نہیں ہوتی، دشمن پر بہت جلد اور نمایاں فتح حاصل کر لیتے ہیں، اِس لئے اُنہوں نے اُس کا نام "تابوتِ سکینہ" رکھ دیا تھا۔

تَبَرّکات کے گستاخوں کا بُرا انجام: ایک دفعہ ایک بڑی جنگجو قوم نے اُن سے وہ تابوت چھین لیا، وہ تو اُس کی عظمت و تقدّس سے ناواقف تھے، اس لئے ایک ویران و ناپاک جگہ پر پھینک دیا، اُس کی سزا اُنہیں یہ ملی کہ آئے دن ان میں وَبائیں پھوٹنے لگیں اور طرح طرح کی تکالیف نے اُنہیں نَرغے (گھیراؤ) میں لے لیا۔ دوسری طرف بنی اسرائیل کو صندوق چِھن جانے سے بے حد صدمہ پہنچا، صبر و قرار کے ساتھ اُن کا سکون و اطمینان بھی لُٹ گیا اور اِس صورت نے اُنہیں خاصاً (بہت زیادہ) بُزدل بنا دیا، کیونکہ صندوق کے تَبَرّکات کی وجہ سے اُن کا حوصلہ قائم رہتا تھا کہ اللہ کی مدد ضرور آئے گی، اب وہ بات نہیں تھی، اِس لئے وہ جہاد سے ہچکچانے اور کَترانے لگے۔ اُن کو نئے سِرے سے حوصلہ عطا کرنے کے لئے قدرت نے صندوق کی بازیابی (یعنی دوبارہ حصول) کا انتظام فرما دیا، جس کی تفصیل یہ ہے:

---

2)(روح البیان، البقرة:248، 1/ 385، دار الفکر، بیروت)

3)(تفسیر ابن کثیر، البقرة:248، 1/ 667، دار طیبة للنشر والتوزیع، الریاض – السعودیة،الطبعة: الثانیة، 1420 هـ - 1999 م)

اس وقت کے نبی حضرت شمعون علیہ السلام نے اُنہیں حکم دیا کہ تم قومِ کُفّار کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ اور جِہاد کر کے اُن سے اپنے علاقے واپس لے لو۔ بنی اسرائیل نے کہا: آپ علیہ السلام ہم میں سے ایک امیر مقرر کر دیں، جس کی قیادت میں ہم لڑیں، کیونکہ مرکزی قیادت کے بغیر منصوبہ بندی کے ساتھ لڑنا ممکن نہیں ہے۔ حضرت شمعون علیہ السلام نے اُنہیں بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے طالوت کو تمہارا سربراہ مقرر کر دیا ہے، تم اُس کی زیرِ قیادت وہدایت کام کرو۔ انہوں نے اِس اِنتخاب پر اعتراض کیا کہ ہمیں یہ کم حیثیت قیادت پسند نہیں، کسی اعلیٰ خاندان کا فرد سربراہ بنایا جائے۔

حضرت شمعون علیہ السلام نے بتایا: یہ اِنتخاب اللہ کی طرف سے ہے اور اِس کی علامت یہ ہے کہ تمہارا صندوق تمہیں مل جائے گا، وہ مقدّس صندوق فرشتے اُٹھا کر میدان میں لائیں گے اور تمہارے سامنے رکھ دیں گے۔ یہ بڑی ایمان اَفروز علامت تھی، بنی اسرائیل میدان میں جمع ہو گئے، تھوڑی ہی دیر بعد وہی صندوق نمودار ہوا، جسے اُٹھانے والے دِکھائی نہیں دے رہے تھے، صندوق پا کر بنی اسرائیل کی ڈھارس (ہمت) بندھ گئی، اُنہیں یقین ہو گیا کہ اِن تَبرّکات کی برکت سے اب ان شاء اللہ فتح اُنہیں کو ہو گی۔[4]

اس پسِ منظر میں تَبرّکات کی شاندار اہمیّت اور بارگاہِ خداوَندی میں اُن کی جو حُرمت اور عزت وتکریم ہے، وہ بخوبی عَیاں (واضح) ہو جاتی ہے، فرشتوں کو مقرر کرنا کہ وہ پورے اِعزاز کے ساتھ یہ تبرّک اُٹھا کر لائیں اور پھر اُن تَبرّکات کو مقدّس بتانا، اِس حقیقت کی کھلی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بھی اپنے محبوب (بندوں) کے متعلق چیزیں بے حد پیاری ہیں اور وہ اپنے خاص بندوں کی نگاہوں میں اُنکی عظمت کے اسباب پیدا کرتا ہے۔

فوائد: مضمونِ بالا سے مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوئے:۔

۱۔ سابقہ انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات تَبرّکات کے بارے میں یوں ہیں جیسے ہمارے نبی پاک ﷺ کی تعلیم ہے (تفصیل آئیگی) ان شاء اللہ۔

۲۔ سابقہ اُمتوں کے اہلِ ایمان ہماری طرح تَبرّکات کے عاشق تھے کہ تَبرّکات کی حفاظت ایسے کرتے تھے جیسے ہم (اہلسنت)۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِكَ

۳۔ تَبرّکات کی بَرکات مسلّم (تسلیم شدہ) ہیں، لیکن منکرین کا مرضِ ضد لاعلاج ہے۔

۴۔ تَبرّکات کے گستاخ سابقہ اُمتوں میں بھی تھے اور گستاخی کی سزا پانے کے باوجود اپنی ہٹ دھرمی سے باز نہ آتے تھے جیسے ہمارے دور کے وہابی اور دیوبندی وغیرہ ہیں۔

۵۔ تَبرّکات کی گستاخی وبے ادبی سے عذابِ خداوَندی نازل ہوتا ہے۔

۶۔ گستاخانِ تَبرّکات سے جنگ کا حکم ہے، ورنہ کم از کم اُن سے لڑائی جھگڑا ضروری ہے، ورنہ کم از کم اُن سے اختلاف تو ہو جیسے غیّور سُنیّوں کا طریقہ ہے۔

۷۔ تَبرّکات کی گستاخی وبے ادبی پر اللہ اُنہیں اپنے پاس اُٹھالیتا ہے۔ جیسے اُوپر مذکور ہوا۔ اب نجدیوں نے حرمین شریفین ودیگر علاقہ جات کے تَبرّکات کو مٹایا تو اُنہیں بھی اللہ نے اُٹھالیا ہو گا۔ بنی اسرائیل خوش قسمت تھے کہ اُنہیں تَبرّکات واپس مل گئے، ہماری شومئ قسمت (بدقسمتی) کہ اُنکے واپس ہونے کا اِمکان نظر نہیں آتا۔

۸۔ تَبرّکات کی واپسی پر اللہ نے اُنکے اِعزاز واِکرام کا خود اہتمام فرمایا۔ ملائکہ کرام کو خصوصیّت کے ساتھ آسمان سے اُٹھا کر واپس کرنے کا حکم فرمایا۔

---

4)(تفسیر ابن کثیر، البقرة:246، 1/ 664إلى 665، دار طيبة للنشر والتوزيع، الرياض – السعودية،الطبعة: الثانية، 1420 هـ - 1999 م)

آیت نمبر ۳: حضرتِ یوسف علی نبیناعلیہ الصلوۃ والسلام نے والدِ گرامی سیدنایعقوب علیہ السلام کی طرف قمیص تبرکاً بھیجی تا کہ اُنکی بینائی کی کمزوری ختم ہو کر قوت پزیر ہو(مضبوط ہو جائے گی)، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ اسلام کا مقولہ قرآن مجید میں بیان فرمایا:

اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۚ-(یوسف: 93)

ترجمہ: اے میرے بھائیو! یہ میری قمیص لے جاؤ اور اِسے والد کے چہرہ پر لگاؤ اِس کی برکت سے آنکھوں کی بینائی مضبوط ہو جائے گی اور میرے پاس مضبوط بینائی سے تشریف لائیں گے۔

فائدہ: اس آیت میں اللہ نے یوسف علیہ السلام کا عمل وعقیدہ بیان فرمایا ہے کہ اِس قمیص کی برکت سے اُنکے والدِ گرامی کی بینائی میں تیزی آجائیگی۔

قمیص کا قصّہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا:"اَذْهَبُوا بِقَمِيصِي هٰذَا" سے وہ قمیص مبارک مراد ہے جو ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے عطاء فرمائی یعنی جب ابراہیم علیہ السلام کو نمرود نے آگ میں ڈالا تو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی۔

اس کا قصہ یوں ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام کو نمرود نے آگ میں ڈالا تو اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کو بہشتی(جنتی) قمیص دے کر بھیجا اور ایک گہوارہ(جھولا) بھی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ابراہیم علیہ السلام کو اِس گہوارہ میں بٹھایا پھر دونوں اکٹھے بیٹھ کر باتیں کرتے رہے۔ وہی قمیص ابراہیم علیہ السلام نے اسحٰق علیہ السلام کو پہنائی اور اسحٰق علیہ السلام نے یعقوب علیہ السلام کو اور یعقوب علیہ السلام نے اُسے سونے کی چھوٹی سی ڈبیہ میں بند کر کے اس کا تعویذ بنا کر یوسف علیہ السلام کے گلے میں ڈالا تا کہ ان پر نظر بد کا اثر نہ ہو۔[5](روح البیان)

روح البیان میں ہے کہ یوسف علیہ السلام کو اُس وقت(وہ تعویذ) گلے میں ڈالا جب انہیں، بھائی کنوئیں میں ڈالنے کے لیے لے گئے تھے۔ اس سے بہشت(جنت) کی خوشبو آتی تھی اور اُس کی تاثیر تھی کہ جو بیمار یا آفت زدہ پہنتا تو اُسے شفاء نصیب ہو جاتی۔[6]

فائدہ: اس مُتبرّک(برکت والی) قمیص سے شفاء ہونا اللہ نے بیان کر دیا۔

غلطی کا اِزالہ: بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ یعقوب علیہ السلام نابینا ہو گئے تھے، یہ غلط ہے اور نبی کی توہین ہے، ہاں بینائی میں کمزوری آگئی تھی۔ تفصیل و تحقیق فقیر کے رسالہ:"إِنَارَةُ الْقُلُوب فِي بِصَارَةِ يَعْقُوبْ "میں ہے۔

یعقوب علیہ السلام کا علمِ غیب اور کمال: یوسف علیہ السلام نے قمیص دے کر بھائیوں کو روانہ کیا تو یعقوب علیہ السلام کو اُسکا اُسی وقت علم ہو گیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے!وَ لَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْ لَاۤ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ(یوسف:95)

یعنی جب قافلہ مصر سے جُدا ہوا تو یہاں کنعان[7] میں انکے والد گرامی نے فرمایا: بیشک میں یوسف کی خوشبو پاتا ہوں اگر مجھے بہکا ہوا نہ سمجھو۔

فائدہ: چونکہ یہ خوشبو یوسف علیہ السلام سے مَس ہو کر(چُھو کر) نکلی تھی اور یہ فاصلہ اَسّی(۸۰) فرسخ دو سو چالیس میل(تقریباً ۳۸۶ کلو میٹر) تھا۔[8](روح البیان)

---

5)(روح البیان ، یوسف:93، 4/ 314، دار الفکر، بیروت)

6)(روح البیان ، یوسف:93، 4/ 314، دار الفکر، بیروت)

7) کنعان شام اور فلسطین کے علاقے کو کہا جاتا تھا۔ اس میں آج کا فلسطین، لبنان، اردن اور کچھ حصہ شام شامل ہوتا ہے۔ اس خطے کو "ارضِ موعود (Promised Land) "بھی کہا جاتا ہے کیونکہ بنی اسرائیل کو یہی زمین دی گئی تھی۔

8)(روح البیان ، یوسف:95، 4/ 316، دار الفکر، بیروت)

فائدہ وبابی کَش: اہلِ حقیقت فرماتے ہیں کہ جب حضرتِ یعقوب علیہ السلام کے امتحان کا دور ختم ہوا اور راحت وفَرحت کے آغاز کا وقت ہوا تو اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کے پیرَہن (قمیص) کی خوشبو دُور سے اُن کے ہاں پہنچادی اور آزمائش کے دور میں باوجود یکہ یوسف علیہ السلام قریب کے مکان میں تھے، اُن کی اِطلاع سے اُنہیں منع فرمادیا تھا۔ قاعدہ ہے کہ آزمائش کے دور میں ہر آسان اَمر مُشکل تَر ہو جاتا ہے اور راحت و آسانی کے زمانہ میں ہر مشکل کام آسان تَر ہو جاتا ہے۔

عشق وادب پر انعام: مروی ہے کہ ریحِ صَبا (ٹھنڈی اور خوشبودار ہوا) نے اللہ تعالیٰ سے اجازت چاہی کہ قمیص اُٹھانے والے مبشّر (خوشخبری دینے والے) سے پہلے مجھے اِجازت ہو، تاکہ اس سے پہلے میں تیرے پیارے پیغمبر (یعقوب علیہ السلام) کو مُژدۂ بہار (خوشخبری) سُناؤں۔ اللہ تعالیٰ نے اُس کی درخواست منظور (قبول) فرمائی۔ اسی لیے یعقوب علیہ السلام کو ہوا نے جلد تر خوشخبری دی۔ حضرت جامی قدس سرہ نے فرمایا:

دیر می جنبد بشیرای باد برکنعان کذر... مژده پیراهن یوسف ببریعقوب را[9]

ترجمہ: خوشخبری سُنانے والا تو بڑی دیر کے بعد کنعان پہنچے گا، لہٰذا اے بادِ صبا! تم جلدی سے حضرتِ یعقوب علیہ السلام کو پیراہَنِ یوسف علیہ السلام کی خوشخبری سُناؤ۔

نکتہ: اس وجہ سے ریح (صبا) مشرق کی جانب سے چلتی ہے، بہت نرم ونازک ہوتی ہے۔ جب چلتی ہے تو انسانی اَبدان راحت وفرحَت سے لَبریز ہو جاتے ہیں اور دلوں کو محبوب یاد آجاتے ہیں اور اُن کی ملاقات کے شوق میں اِضافہ ہو جاتا ہے اور وطن کی طرف رُوح کو اِشتیاق (شوق) پیدا ہو جاتا ہے۔ مزید تفصیل فقیر کے رسالہ "باادب بانصیب" میں دیکھئے۔

فائدہ: روح البیان میں ہے کہ ہوا چلی تو قمیص کی ہوا کو دو سو چالیس (۲۴۰) میل کی مسافت سے لے کر یعقوب علیہ السلام کو قبل اس کے کہ یہودا (آپ علیہ السلام کا بیٹا) اُن کے ہاں حاضر ہوں اس سے بہشت کی خوشبو آئی۔ آپ علیہ السلام نے یقین سے کہا کہ یہ دنیوی خوشبو نہیں ہے، سوائے اِس کے کہ یہ بہشت کا قمیص ہو اور بہشت کا قمیص سوائے یوسف علیہ السلام کے اور کسی کے پاس نہ تھا۔ یہ بھی منجملہ اُن کے غیب جاننے کی ایک دلیل ہے۔[10]

فائدہ: اس سے اس مسئلہ کی تصدیق ہوتی ہے کہ وہ قمیص جس بیمار پر پھیرا جاتا وہ شفایاب ہو جاتا۔

خرقہ مشائخ کا ثُبوت: یہی راز ہے اولیاءِ کرام ومشائخِ عظام کے خرقۂ خلافت میں، جو کہ وہ اپنے مُریدین کو نوازتے ہیں تاکہ خرقہ کی برکت مُریدین کی اَرواح پر اثر انداز ہو اور وہ حُبِّ دنیا اور اِس کے تصرّف کے اندھے پن سے محفوظ ہوں۔

فائدہ: بعض علماء کا خیال ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کو خرقۂ خلافت سے نوازا تھا، یہ صریح جھوٹ ہے۔ خرقۂ خلافت تو بڑی بات ہے۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کی، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات بھی ثابت نہیں اور نہ ہی سماعِ حدیث (حدیث کا سننا)۔ اُن حضرات کا قول سراسر غلط ہے۔ اُن کے رَد میں حضرت امام جلال الدین سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اور سیدنا مولانا محمد فخر الدین دہلوی قدس سرہٗ نے رسائل لکھے ہیں، مطبوعہ ہیں، اُنکے فیض سے فقیر اُویسی غفرلہٗ نے بھی رسالہ لکھا ہے "إزاحةُ الشَّجَنِ في مُلاقاةِ العَلِيِّ والحَسَن"، مطبوعہ ہے۔

---

9)(روح البیان، یوسف:95، 4/ 316، دار الفکر، بیروت)

10)(روح البیان، یوسف:95، 4/ 316، دار الفکر، بیروت)

آیت نمبر ۴: حضرتِ یعقوب علیہ السلام کے بارہ(۱۲)صاحبزادے تھے۔ حضرتِ یوسف علیہ السلام کے بہت حسین و جمیل اور سب سے چھوٹا ہونے کی وجہ سے یعقوب علیہ السلام حضرتِ یوسف علیہ السلام کے ساتھ کچھ زیادہ محبت کرتے تھے، بھائیوں کے دل میں رَقابت(حسد)پیدا ہوگئی، اُنہوں نے اپنے باپ کی محبت سمیٹنے(حاصل کرنے) کے لئے حضرتِ یوسف علیہ السلام کو بیچ دیا، جو مصر پہنچ کر جوان ہوگئے اور اللہ کی رحمت سے بادشاہ بن گئے۔ بیٹے کی جُدائی نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو نِڈھال کر دیا، مسلسل گِریہ وزاری سے بینائی کمزور ہوگئی پھر پورے ملک میں قحط پڑ گیا، غَلَّہ صرف مِصر میں حضرتِ یوسف علیہ السلام کے پاس تھا، دُور دراز علاقوں سے لوگ غَلَّہ لینے کے لئے مصر آنے لگے، کنعان سے جنابِ یوسف علیہ السلام کے بھائی بھی آئے، یہاں آکر اُنہیں پتہ چلا کہ بادشاہ تو اُن کا بھائی ہے، وہ بہت شرمندہ ہوئے اور بتایا کہ آپ(علیہ السلام) کی جدائی میں والد صاحب(حضرت یعقوب علیہ السلام) کی بینائی(نظر) کمزور ہوگئی ہے تو یوسف علیہ السلام نے اُنہیں اپنی قمیص دی اور فرمایا: اذْهَبُوا بِقَمِيصِي هَذَا فَا لْقُوهُ عَلَى وَجْهِ أَبِي يَاتِ بَصِيرًا (سورہ یوسف :۹۳)

ترجمہ: میری یہ قمیص لے جاؤ! اور جاکر ابا جان کے چہرے پر ڈال دو، اُن کی بینائی لوٹ آئے گی اور وہ دیکھنے لگ جائیں گے۔

اور واقعی جب بھائی کنعان پہنچے اور انہوں نے یوسف علیہ السلام کا کُرتا مبارک، حضرتِ یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں کے ساتھ لگایا تو اس وقت آنکھیں مکمل روشن ہوگئیں اور کُرتے میں بسی(رَچی)ہوئی نُورانی لہروں کے اثر سے کمزور بینائی(نظر) مکمل ٹھیک ہوگئی۔

فائدہ: تبرّک کا یہ اِعجاز اور فیض، قرآنِ پاک نے بیان کیا ہے، جس کا مطلب ہے کہ تبرّکات کی تاثیر ایک ثابت شدہ حقیقت ہے، کوئی توہُّماتی(وہمی) اور خیالی چیز نہیں۔

اَحادیث مبارکہ: تبرّک کے بارے میں بے شمار اَحادیث مبارکہ ہیں، اکثر فقیر نے اپنے رسالہ " البَرکات فی التبَرّکات" اور "تبرّکات میں شفاء" میں جمع کر دی ہیں، یہاں تبرکاً چند روایات حاضر ہیں۔

۱۔ حضرت سیدہ ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بتاتی ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کی صاحبزادی زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوگیا، ہم نے انہیں غسل دینے کی تیاری شروع کر دی، حضور نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور نصیحت فرمائی کہ پانی میں بیری کے پتّے ملا کر بڑی احتیاط سے طاق(بے جُفت) بار غسل دو اور سب سے آخر میں کافُور[11] لگاؤ اور جب غسل دینے سے فارِغ ہو جاؤ تو ہمیں اِطلاع دو۔

اغسِلْنَها ثلاثًا، أو خمسًا، أو أكثرَ من ذلك إن رأيتُنَّ، بماءٍ وسِدْرٍ، واجعَلْنَ في الآخِرَةِ كافورًا، فإذا فَرَغْتُنَّ فآذِنَّني[12]

(بخاری ،کتاب الجنائز)

ترجمہ: حضرتِ اُمِّ عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب غسل دینے والی خواتین فارغ ہوگئیں تو ہم نے حضور نبی کریم ﷺ کو اِطلاع دی، آپ ﷺ نے ہمیں وہ چادر عطا فرمائی جو آپ ﷺ کے استعمال میں تھی اور حکم دیا کہ میّت کو اِس طرح لپیٹو کہ یہ چادر اُس کے جسم کے ساتھ لگی رہے۔

---

11)کافور(Camphor)ایک سفید، خوشبودار اور ٹھنڈی تاثیر رکھنے والا قلمی(crystalline)مادہ ہے۔ یہ عموماً کافور کے درخت(Cinnamomum camphora)کی لکڑی اور پتّوں سے حاصل ہوتا ہے۔ پرانے زمانے میں یہ دوا، خوشبو اور خاص طور پر میت کو غسل دینے کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔

12)(صحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب ما يستحب أن يغسل وترا، 1/ 423، الحديث1196، دار ابن كثير، سنة النشر: 1414هـ/ 1993م)

فائدہ: یہ ایک بڑا اعلیٰ عمل تھا، سفر آخرت (یعنی وفات کے بعد کا سفر طے کرنے) کے وقت، خاص طور پر بڑے اِہتمام سے چادر عطا کرنے اور کفن بنانے کا حکم دینے سے، یہ اشارہ ملتا ہے کہ تبرّکات میں سمائی ہوئی اور فُیوض و نفع وبرکات کی لہریں، بخشش کے عمل میں خاص کردار ادا کرتی ہیں اور میّت کو فیض و نفع پہنچاتی ہیں۔ کفن، دَفن اور قبر کی طرف رَوانگی کے وقت میّت کو سب سے زیادہ مَغفرت کی ضرورت ہوتی ہے اور اس خاص موقع پر سرکار ﷺ نے اپنا تبرّک عطا کیا، جس سے ثابت ہوا کہ یہ بخشش کے کام آتا ہے اور میّت کو تحفظ واَمن فَراہم کرتا ہے اگر یہ تسلیم نہ کیا جائے تو ثابت ہو گا کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک بے فائدہ کام کیا، جو نبی سے ممکن نہیں، نبی کے ہر کام میں حِکمَت ہوتی ہے اور یہاں تبرّک عطا کرنے میں یہی حکمت ہے کہ یہ ذریعۂ بخش ہے۔

۲۔ جب حضرتِ علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہوا تو اس وقت بھی حضور اکرم ﷺ نے یہی عمل دہرایا، جس سے صحابۂ کرام علیہم الرضوان کے یقین وایمان میں مزید پختگی آگئی اور وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ تبرّکاتِ نبی میں خاص فیضان واثر ہوتا ہے جو میّت کی بخشش کا ذریعہ بنتا ہے۔

فائدہ: حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ (حضرت فاطمہ بنت اسد رضیَ اللہُ تعالیٰ عنہا)[13] رِشتے میں حضور ﷺ کی چچی تھیں اور ماں کی طرح پیار کرنے والی تھیں، ان کا انتقال ہوا تو آپ ﷺ نے حضرت عمر، ابو ایوب انصاری، زید بن حارث رضی اللہ عنھم اور ایک غلام کو حکم دیا کہ قبرستان جا کر قبر تیار کریں اور غسل دینے والی خواتین کو اپنا کُرتا مبارک دے کر ارشاد فرمایا کہ غسل سے فارغ ہو کر میّت کو یہ کُرتا پہنا دیں۔ جب قبر تیار ہو گئی تو مہربان چچی (حضرت فاطمہ بنت اسد رضیَ اللہُ تعالیٰ عنہا) کو مزید نوازنے کے لئے قبرستان تشریف لے آئے اور ان کی قبر میں لیٹ گئے پھر حاضرین کو بتایا کہ

"إِنِّي أَلْبَسْتُهَا قَمِيصِي لِتَلْبَسَ ثِيَابَ الْجَنَّةِ، فَاضْطَجَعْتُ مَعَهَا فِي قَبْرِهَا لِأُخَفِّفَ مِنْ ضَغْطَةِ الْقَبْرِ."[14] (مسند الفردوس، دیلمی)

ترجمہ: میں نے کُرتا اِس لئے عطاء کیا ہے تاکہ انہیں جنّت کا لباس پہنایا جائے اور قبر میں اِس لئے لیٹا ہوں تاکہ اُن سے قبر کی سختی اور تنگی دُور کر دی ہو۔

صحابۂ کرام علیہم الرضوان اِس عطاو نَوازش پر جُھوم اُٹھے اور آرزو کرنے لگے، کاش! اس میّت کی جگہ وہ ہوتے اور اُنہیں یہ اِعزاز نصیب ہوتا اور بخشش یقینی ہو جاتی۔ اِختصار کے پیشِ نظر صرف اِنہیں رِوایتوں پر اِکتفاء کیا جاتا ہے۔

صحابہ کرام اور تَبَرّکات

صحابۂ کرام علیہم الرضوان کو تو تبرّکات سے ایسا عشق تھا کہ جان قُربان کرتے اور اُن (تبرّکات) کے حُصول میں جان کی بازی لگا دیتے۔ تفصیلی واقعات ، فقیر نے اپنے رسائل میں لکھے ہیں۔ اِس کی وجہ یہ تھی کہ صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے جب قرآنِ پاک میں تبرّکات کی فضیلت پڑھی اور اُن کی اِعجازی (معجزاتی) شان اور عزت وحُرمَت دیکھی اور اِیمانی بصیرت سے اِس راز کو پا گئے کہ نبی کے تصرّف (اختیار) اور استعمال میں آنے والی ہر چیز، عام سی چیز نہیں رہتی، بلکہ اُن کے ہاتھوں سے چُھو کر اور اُن کی طرف مَنسوب ہو کر بے مثال بن جاتی ہے، یعنی تبرّک بن جاتی ہے۔ تو (اس وجہ سے) اُن کے دل میں تبرّکات کیلئے بے حد اِحترام پیدا ہو گیا، پھر اُنہوں نے کُھلی آنکھوں کے ساتھ مُشاہدہ کیا کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے خاص مَواقع پر اپنے کپڑے، بال مبارک، کُرتا اور چادر

---

13) آپ کا تعلق قبیلہ بنی ہاشم سے تھا۔ اس لحاظ سے آپ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپ بنی ہاشم میں پہلی خاتون ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ پر ایمان قبول کیا۔ آپ فرمایا کرتے تھے "فاطمہ بنت اسد، میری ماں کے بعد میری ماں تھیں، وہ اپنے بچوں کو بھوکا رکھتیں اور مجھے پیٹ بھر کھلاتیں۔" وفات: آپ کی وفات مدینہ منورہ میں ہوئی۔ حضور ﷺ نے اپنے کرتہ مبارک میں کفن دیا، خود قبر میں اُترے اور لحد میں لٹایا۔ حضور ﷺ نے آپ کے لیے خاص دعا بھی کی۔ ط۔ ضیائی۔

14) (كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال، باب فضائل النساء وذكرهن من الصحابيات مجتمعات ومتفرقات، المتفرقات فاطمة بنت أسد أم علي بن أبي طالب رضي الله عنها، 13/ 636، الحديث37611، مؤسسة الرسالة، الطبعة: الخامسة، 1405 هـ - 1985م)

شریف اور تبرّکات، اپنے دوستوں کو عطا کئے ہیں، تاکہ میّت ہے تو اُس کی بخشش ہو جائے، کوئی ضرورت مند ہے تو اُس کی ضرورت پوری ہو جائے اور بَرکات اس کے گھر میں ڈیرہ ڈال لیں۔ تو اِن اِیمان اَفروز مُشاہَدات کا جو فطری ردِّ عمل تھا، وہ پوری شِدّت کے ساتھ ہوا اور اُن (صحابۂ کرام علیہم الرضوان) کے دِلوں میں یہ آرزو مچلنے لگی کہ کسی صورت (طرح) اُن کے پاس بھی یہ مقدّس تبرّکات آجائیں اور اُن کی بخشش یقینی ہو جائے۔

جب اُنہوں نے دیکھا کہ حضور ﷺ نے بذاتِ خود اپنے بعض اَحباب واَقارِب کو اپنے استعمال شدہ کپڑے عطا کئے ہیں تاکہ وہ اُن کا کفن بنیں تو اُنہوں نے بھی اِس مقصد کے حصول کے لئے شَعوری طور پر (قصداً) کوششیں شروع کر دیں، تاکہ فوت ہونے سے پہلے ہی اُنہیں حضور ﷺ کا کوئی کپڑا بطورِ تبرّک مِل جائے اور جب وہ فوت ہوں تو وہ اُن کا کفن بنے اور بخشش یقینی ہو جائے۔ چند واقعات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ حضرت سہل بن سعد صحابی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک بوڑھی خاتون کی جہاندیدہ (تجربہ کار) نِگاہوں نے بھانپ لیا کہ سرکار نبی کریم ﷺ کے پاس پہننے کے لئے ایک ہی چادر ہے اور کثرتِ استعمال کی وجہ سے اب دوسری چادر کا ہونا بہت ضروری ہے، چنانچہ جیسے ہی بَن پڑا (ممکن ہوا) اُس (بوڑھی خاتون) نے ایک چادر تیار کی تاکہ سرکار ﷺ بصورتِ تہبند اُسے زیبِ تَن فرمالیں، وہ لے کر آئی اور عقیدت سے پیش کی، سرکار ﷺ نے قبول فرمائی اور اندر جا کر پہلی چادر اُتار دی اور نئی چادر پہن لی اور باہر تشریف لے آئے۔ مجلس میں ایک شخص بیٹھا ہوا تھا، اس نے پہلے اُس چادر کی تعریف کی:

يَا رَسُولَ اللهِ! مَا أَحْسَنَ هَذِهِ ؟ یعنی حضور ﷺ! یہ کتنی خوبصورت چادر ہے؟

پھر بڑی لَجاجَت (اِصرار) اور عقیدت سے عرض کی: آقا! یہ مجھے عطا فرمادیں۔

حضور کریم آقا ﷺ نے جرأتِ سوال پر کسی قسم کی خفگی (ناراضگی) کا اِظہار کئے بغیر، بڑی خندہ پیشانی سے کہا: ٹھیک ہے، ہم تمہیں یہ عطا کر دیتے ہیں۔ اُسی وقت اندر تشریف لے گئے، پہلی چادر زیبِ تن فرمائی اور نئی چادر لا کر سائل (مانگنے والے) کو دے دی۔

حاضرین (موجود) صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے اُسے (سائل کو) آڑے ہاتھوں لیا! تمہیں خیال نہ آیا، جبکہ تمہیں پتہ ہے کہ حضور ﷺ کسی کا سوال رد نہیں فرماتے، تو تم نے ایسا سوال ہی کیوں کیا؟ وہ بڑی نیاز مندی (عقیدت) سے بولا کہ دوستو! مجھے مَلامَت نہ کرو، میں نے یہ چادر استعمال کرنے کے لئے نہیں لی۔ اِسے حاصل کرنے کا واحد مقصد یہ ہے کہ میرے پاس محفوظ رہے اور جب میرا انتقال ہو تو یہ میرا کفن بنے۔

رَجَوْتُ بَرَكَتَهَا حِينَ لَبِسَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.[15]

یعنی میں تو اس کے فُیوض وبَرکات حاصل کرنا چاہتا ہوں، کیونکہ اِسے نبی اکرم ﷺ نے زیبِ تن فرمالیا ہے۔ (بخاری)

اِنتباہ: تبرّکات کے ساتھ صحابۂ کرام علیہم الرضوان کے شَغَف (جذبہ) اور بے پناہ عشق کا اَندازہ، اِس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ اُنہوں نے حضور ﷺ کی طرف منسوب ایک ایک چیز کو بڑے پیار کے ساتھ محفوظ رکھا ہوا تھا اور وہ اُنہیں دل وجان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس وہ کمبل محفوظ تھا، جو بوقتِ وِصال مبارک حضور ﷺ نے اوپر لیا ہوا تھا۔

---

15) (صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب حسن الخلق والسخاء وما يكره من البخل، 5/ 2245، الحديث 5689، دار ابن كثير، سنة النشر: 1414هـ/ 1993م)

۲۔ حضرتِ انس رضی اللہ عنہ کے پاس حضور سرورِ عالَم ﷺ کے نعلین پاک تھے اور جس پیالے میں آپ ﷺ پانی نوش فرمایا(پیا) کرتے تھے، وہ بھی اُنہوں نے حفاظت سے رکھا ہوا تھا۔ زائرین، شائقین، اہلِ محبت آتے اور بڑی عقیدت سے اُس(پیالے) میں پانی پیتے۔

۳۔ ایک خاتون کے گھر حضور علیہ السلام تشریف لے گئے اور ایک چھوٹے مشکیزے کے ساتھ مُنہ لگا کر پانی پیا، اُس نیاز مند خاتون نے مشکیزے کا وہ حصّہ کاٹ کر اپنے پاس بطورِ تبرّک محفوظ رکھ لیا۔

فائدہ: تبرّکات کے ساتھ اُن کی چاہت اور بے پناہ وابستگی اُن کے ایمان کا حصّہ تھی، وہ اُنہیں زندگی کا سہارا، پیار کا دَھرا(پیار کی نشانی)، محبت کی علامت اور مغفرت کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ کیونکہ وہ صحابی تھے، وہابی نہیں۔ یقین مانیے وہابیوں، نجدیوں کو تبرّکات سے اِتنی ضِد اور بُغض و عَداوَت(دشمنی) ہے، جیسے یہودیوں، نصرانیوں و دیگر اَعدائے(دشمنانِ) اِسلام کو قرآن پاک سے بُغض و عَداوَت(دشمنی) ہے۔ آزما کر دیکھئے! ہم نے بارہا آزمایا اور حرمین شریفین کے رِیال پر پلنے والوں سے سخت جِھڑکیاں کھائیں اور اَذیتیں اُٹھائیں۔

تَبرُّک سے عقیدتِ عمر رضی اللہ عنہ: حضرتِ خِداش رضی اللہ عنہ نے حضور سرورِ عالَم ﷺ سے وہ پیالہ بطورِ تبرک لے لیا جس میں آپ ﷺ کھانا تناوُل فرماتے تھے، حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ جب حضرتِ خداش رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف لے جاتے تو اُن سے وہ پیالہ منگوا کر آبِ زم زم سے پُر کر کے پیتے اور اپنے چہرے پر چھینٹے مارتے۔[16] (الاصابہ)

فائدہ: خداش رضی اللہ عنہ کا پیالۂ رسول ﷺ کو محفوظ رکھنا اور حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ کا تبرّک کے طور پر اس میں سے پانی پینا محبت نہیں تو اور کیا ہے؟ الحمد للہ یہ طریقہ صرف اور صرف اہلسنّت کو نصیب ہے، دوسری پارٹیاں اِس نعمت سے محروم ہیں اور نجدی، وہابی دیوبندی تو فتوائے شرک کے مرض میں مبتلا ہو کر خود کو جیتے جی جہنم میں دھکیل رہے ہیں۔

سیدنا خالد اور تبرّک: مُسلّم(یہ بات تسلیم شدہ) ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کو مُوئے مبارک نے ہر میدان میں کامیاب کیا ہے، کون نہیں جانتا کہ حضرتِ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو "سیف اللہ"(اللہ کی تلوار) کے لقب کا اِعزاز نصیب ہوا۔ یہ اس لیے کہ اُن کی ٹوپی میں محبوبِ خدا، رحمتِ کائنات، سید العالمین ﷺ کے بال مبارک سلے ہوئے تھے۔ ایک جنگ کے دوران جب کہ آپ رضی اللہ عنہ سپہ سالار تھے، گُھمسان کی جنگ ہو رہی تھی، اِسی دوران آپ رضی اللہ عنہ کی ٹوپی گِر گئی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے سخت کوشش کی اور ٹوپی تلاش کر کے اُس کو اُٹھایا، اِتنے میں کافی جاں نثار صحابۂ کرام علیہم الرضوان شہید ہو گئے۔ جنگ ختم ہونے کے بعد، بعض حضرات نے آپ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ آپ رضی اللہ عنہ کے اس فعل کی وجہ سے کتنے مسلمان شہید ہو گئے ہیں۔ یہ سُن کر سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے صرف ٹوپی کی خاطر ایسا نہیں کیا، بلکہ اس میں مُوئے مبارک سلے ہوئے ہیں، جو میرے ہر میدان میں کامیابی کا راز ہیں۔[17] (شفا شریف، عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ، نسیم الریاض)

---

16)(الإصابة في تمييز الصحابة ، حرف الخاء ، القسم الأول، 2222۔ خداش، 2/ 228،دار الكتب العلمية ۔ بيروت، 2010م)

17)(الشفا بتعريف حقوق المصطفى ، الباب الثالث في تعظيم أمره ووجوب توقيره وبره، فصل ومن إعظامه وإكباره إعظام جميع أسبابه الخ، 2/ 57، دار الكتب العلمية، بيروت – لبنان، عام النشر: 1399هـ – 1979م)

(نسيم الرياض في شرح شفاء القاضي عياض، 3/ 147، مطبعة عثمانيه، 1894م)

فائدہ: صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین ہمیں یہ سبق دے گئے ہیں کہ ادب کے راستے میں نہ مال و آل و اولاد کی پرواہ کی جاتی ہے، نہ جان کی پرواہ کی جاتی ہے، نہ عزت و آبرو کی۔

ابو مَحذورہ (مؤذنِ رسول ﷺ) کے بال: حضرتِ ابو مَحذورہ رضی اللہ عنہ کے سر کے اَگلے حصّے میں بالوں کا ایک جوڑا تھا۔ بیٹھے ہوئے اگر اُن کو کھولتے تو وہ زمین تک پہنچ جاتے۔ کسی نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ اِن کو مُنڈوا کیوں نہیں دیتے؟ یہ سُن کر فرمایا: یہ وہ بال ہیں جن کو رحمتِ کائنات ﷺ کا ہاتھ مبارک لگا ہوا ہے، اِس لیے میں اُن کو مُنڈوانا گوارا نہیں کرتا۔[18] (شفا شریف)

پیالہ آٹھ (۸) لاکھ درہم میں فروخت ہوا:

سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے پاس ایک لکڑی کا پیالہ تھا، جس میں سید الکونین ﷺ نے بارہا پانی پیا تھا، وہ حضرتِ انس رضی اللہ عنہ کے وِصال کے بعد بطورِ وِراثت کسی کو ملا، پھر کسی محبت والے نے وہ پیالہ آٹھ (۸) لاکھ درہم دے کر خرید لیا۔ کیونکہ اُس پیالہ کو حبیبِ خدا، سید الانبیاء ﷺ کے ہونٹ مبارک لگے ہوئے ہیں۔[19] (شرح شمائل)

رسول ﷺ کی چادر حضرتِ امیرِ مُعاویہ نے بیس (۲۰) ہزار درہم میں لے لی:

جب حضرتِ کعب بن زُہیر رضی اللہ عنہ ایمان لائے اور قصیدہ "بَانَتْ سعاد" سید العالمین ﷺ کی خدمت میں پڑھا اور جب حضرتِ کعب رضی رضی اللہ عنہ نے یہ شعر پڑھا ؎ إِنَّ الرَّسُولَ لَنُورٌ يُسْتَضَاءُ بِهِ*** مُهَنَّدٌ مِنْ سُيُوفِ اللهِ مَسْلُولٌ.[20]

تو والیٔ امت ﷺ نے اپنی چادر مبارک حضرت کعب رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔ بعد میں حضرتِ معاویہ رضی اللہ عنہ نے دس (۱۰) ہزار درہم دے کر وہ چادر مبارک خریدنا چاہی تو حضرتِ کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ چادر مبارک کسی کو نہ دونگا۔ پھر حضرتِ کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد حضرتِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اُن کے وارثوں سے بیس (۲۰) ہزار درہم دے کر خرید لی۔[21] (شرح قصیدہ بحوالہ سیرتِ رسولِ عربی ﷺ)

جنگِ اُحد میں حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی تلوار ٹوٹ گئی تو جانِ جہاں ﷺ نے اُن کو کھجور کی ایک ٹہنی پکڑائی اور وہ تلوار بن گئی۔ وہ تلوار حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے خاندان میں رہی اور اُن کے وارثوں سے ترکی نے دو (۲۰۰) سو دینار دے کر خرید لی۔[22]

(زرقانی شرح مواہب لدنیہ)

(عمدة القاري شرح صحيح البخاري، كتاب الحج ، باب الحلق والتقصير عند الإحلال، 10/ 63، الحديث1566 1، دار إحياء التراث العربي، ودار الفكر – بيروت)

18)(الشفا بتعريف حقوق المصطفى ، الباب الثالث في تعظيم أمره ووجوب توقيره وبره، فصل ومن إعظامه وإكباره إعظام جميع أسبابه الخ، 2/ 57، دار الكتب العلمية، بيروت – لبنان، عام النشر: 1399هـ – 1979م)

19)(جمع الوسائل في شرح الشمائل، باب ما جاء في قدح رسول الله صلى الله عليه وسلم، 1/ 239، المطبعة الشرفية – مصر، 1318هـ)

20)(شرح قصيدة بانت سعاد، ص4، 1885م)

(شرح الزرقاني على المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، تابع كتاب المغازي، هدم صنم طيء، 4/ 61، دار الكتب العلمية، بيروت – لبنان، الطبعة: الأولى، 1417 هـ – 1996م)

ترجمہ: بے شک رسول ﷺ ایسا نور ہیں جس سے سب لوگ روشنی اور فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ اور آپ ﷺ اللہ کی تلواروں میں سے ایک کھینچی ہوئی تیز تلوار ہیں۔ ط۔ ضیائی۔

21)(شرح الزرقاني على المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، كتاب المغازي، غزوة أحد، 2/ 334إلى335، دار الكتب العلمية، بيروت – لبنان، الطبعة: الأولى، 1417 هـ – 1996م)

22)(شرح الزرقاني على المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، تابع كتاب المغازي، هدم صنم طيء، 4/ 61، دار الكتب العلمية، بيروت – لبنان، الطبعة: الأولى، 1417 هـ – 1996م)

حضرت اسعد بن زرارہ صحابی رضی اللہ عنہ نے رحمۃ اللعالمین ﷺ کی خدمت میں ایک چارپائی بطورِ ہدیہ پیش کی جس پر نبی اکرم ﷺ آرام فرمایا کرتے تھے، وہ چارپائی تبرکاً منتقل ہوتی آئی، پھر وہ چارپائی حضرت عبد اللہ بن اسحاق رضی اللہ عنہ نے چار ہزار (۴۰۰۰) درہم دے کر خرید لی۔[23] (زرقانی)

کمان کو کبھی بے وضو ہاتھ نہیں لگایا:

غازی احمد بن فضلویہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جب یہ سُنا کہ رحمتِ دو عالم، والیٔ اُمّت ﷺ نے کمان ہاتھ میں لی تھی تو اُس دن سے غازی احمد بن فضلویہ رحمۃ اللہ علیہ نے ادب کی وجہ سے کبھی کمان کو بے وضو ہاتھ نہیں لگایا۔[24]

ایسے بے شمار واقعاتِ صحابہ و تابعین فقیر کی تصنیف "باادب بانصیب" میں پڑھیے۔

نوٹ: یہ باب طویل ہے۔ چند نمونے عرض کئے ہیں، اہلِ ایمان کو سمجھنے کے لئے کافی ہیں، بے ایمان کے لئے دفتر بھی ناکافی ہیں۔

مَعمولاتِ اَسلاف صالحین رحمہم اللہ

سیدنا عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے تبرّکات کے لئے مستقل طور پر (الگ سے) تبرک خانہ بنوایا ہوا تھا۔ جس میں تبرّکات محفوظ تھے اور اہلِ اسلام اُن کی زیارت سے مستفیض (فیض یاب) ہوتے تھے۔

رونق المجالس میں ہے کہ بَلخ شہر میں ایک تاجر تھا، جو کہ صاحبِ ثَروَت اور مالدار تھا، اُس کے دو بیٹے تھے، خوش نصیبی سے اُس تاجر کے پاس رحمتِ کائنات، سیدِ دو عالم ﷺ کے تین بال مبارک تھے، جب وہ تاجر فوت ہوا تو اُس کے دونوں بیٹوں نے باپ کی جائیداد آدھی، آدھی لے لی اور جب مُوئے مبارک کی تقسیم کی باری آئی تو ایک بال مبارک بڑے بھائی نے لے لیا، ایک چھوٹے بھائی کو دیدیا۔ تیسرے بال مبارک کے متعلق بڑے بھائی نے کہا کہ ہم آدھا، آدھا کر لیتے ہیں۔

یہ سُن کر چھوٹے بھائی نے جو کہ بڑا ہی خوش عقیدہ، خوش نصیب اور بہت ہی باادب تھا، کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! میں ہرگز اِس بال مبارک کو توڑنے نہیں دوں گا کیونکہ حبیبِ خدا، سید الانبیا ﷺ کی شانِ عظیم اِس سے بالاتر ہے کہ آپ ﷺ کے بال مبارک کو توڑا جائے اور جب بڑے بھائی نے چھوٹے بھائی کی عقیدت دیکھی تو اُس نے کہا: یوں کریں کہ تینوں بال مبارک تُو لے لے اور باپ کی باقی ساری جائیداد مجھے دیدے۔ یہ سُن کر چھوٹا بھائی جو کہ خوش بخت اور خوش نصیب تھا، اُس نے کہا: مجھے اور کیا چاہیے اور اُس نے دنیائے فانی کی ساری دولت (جائیداد) بڑے بھائی کو دیدی اور اَبدی دولت یعنی موئے مبارک خود لے لیے۔ پھر اُن موئے مبارک کو ایک محفوظ جگہ پر ادب کے ساتھ رکھ دیا اور جب بھی شوق آتا موئے مبارک کی زیارت کرتا اور کھڑے ہو کر درود پاک پڑھتا اور پھر اللہ بے نیاز کا کرنا ایسا ہوا کہ بڑے بھائی کا سارا مال و ساری دولت چند دنوں میں ختم ہو گئی اور وہ کنگال ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے اُس چھوٹے بھائی کو موئے مبارک کی برکت سے (دولتِ عشقِ مصطفی ﷺ کے ساتھ ساتھ) دنیا کا مال بھی کثرت سے دیا اور جب وہ چھوٹا بھائی فوت ہوا تو کسی نے اُس کو خواب میں دیکھا

---

23)(شرح الزرقاني على المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، الفصل الثامن: في الآت حروبه عليه الصلاة والسلام كدروعه وأقواسه ومنطقته وأتراسه، 5/ 96، دار الكتب العلمية، بيروت – لبنان، الطبعة: الأولى، 1417 هـ - 1996م)

24)(الشفا بتعريف حقوق المصطفى، الباب الثالث في تعظيم أمره ووجوب توقيره وبره، فصل ومن إعظامه وإكباره إعظام جميع أسبابه وإكرام مشاهده وأمكنته من مكة والمدينة ومعاهده وما لمسه صلى الله عليه وسلم أو عرف به، 2/ 57، دار الكتب العلمية، بيروت – لبنان، عام النشر: 1399هـ - 1979م)

(مدارج النبوۃ مترجم، متعلقات نبوت یعنی اماکن ومقامات مقدسہ وغیرہ کی تعظیم وتوقیر: وصل: 1/396، شبیر برادرز، اُردو بازار، زبیدہ سینٹر، لاہور، جولائی 2004ء)

کہ شاہِ کونین، رحمتِ کائنات ﷺ تشریف فرماہیں اور اُس خواب دیکھنے والے کو فرمایا کہ لوگوں میں اِعلان کر دے کہ جس کسی کو کوئی حاجت در پیش ہو تو اُس (چھوٹے بھائی) کی قبر پر آئے اور یہاں آکر اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت کا سوال کرے۔ چنانچہ اِس اِعلان کے بعد لوگ قصد (ارادہ) کر کے اُس کی قبر پر آتے اور پھر معاملہ یہاں تک پہنچ گیا کہ جو کوئی اُس قبر کے علاقہ میں آتا سواری سے اُتر کر پیدل چلتا۔[25] (رونق المجالس، القول البديع، سعادة الدارين)

نوٹ: یہ سارے اِنعامات موئے مبارک کا ادب کرنے کی وجہ سے عطا ہوئے۔

امام الاولیاء، داتا گنج بخش علی ہجویری لاہوری قدس سرہ نے **"كشف المحجوب"** میں تحریر فرمایا کہ حضرت خواجہ مہدی سیاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شہر مردان کے کھاتے پیتے اور خوشحال گھرانے کے چشم وچراغ تھے۔ باپ کے فوت ہونے پر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو وِراثت میں بہت زیادہ دولت ملی۔ پھر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو پتا چلا کہ فلاں شخص کے پاس رحمتِ دوعالم، حبیبِ اکرم ﷺ کے دو بال مبارک ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے وہ دونوں بال مبارک دنیا کی دولت دے کر خرید لیے تو اللہ تعالیٰ نے اُن موئے مبارک کی برکت سے مہدی سیاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو توبہ کی توفیق عطا کی اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اپنے خاص بندوں (اولیاء) میں شامل فرمایا، پھر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت خواجہ ابو بکر واسطی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر توبہ کر لی اور اُن کی خدمت میں رہ کر وہ مقام پایا کہ اَولیاء کرام کے ایک گروہ کے امام بن گئے۔ پھر جب اُن کے (خواجہ مہدی سیاری رحمۃ اللہ علیہ کے) وصال کا وقت آیا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے وصیّت کی کہ یہ دونوں بال مبارک میرے منہ میں رکھ دیئے جائیں چنانچہ ایسا ہی کیا گیا وہ دونوں بال مبارک اُن کے منہ میں رکھ دیئے گئے۔ اب ان کا مزار مردان میں مشہور ہے۔ داتا صاحب فرماتے ہیں:

و امروزگودا و بعرو ظاهر است مرد و ماد بحاجت خواستن آنجا شوند و مهمات از اينجا طلبند و بيابند و مجرب است.[26]

(كشف المحجوب)

یعنی حضرت خواجہ مہدی سیاری رحمہ اللہ کی قبر مبارک مردان میں مشہور ہے اور لوگ اپنی حاجات لے کر اُن کے مزار پر جاتے ہیں اور وہاں سے اپنی حاجات پاتے ہیں، یہ مجرّب ہے۔

فائدہ: یہ ساری بہاریں ادب کی ہیں کہ آج اُن کے مزارات مَرجِعِ خَلائق (مخلوق کے لئے مرکز) ہیں۔ سچ ہے:

؎ باادب کے مزار سے پاتے ہیں سب مراد

بہشتی پوشاک کا تبرّک: صاحبِ روح البیان فرماتے ہیں کہ میں نے بلدہ قونیہ میں حضرت شیخ صدرالدین قدس سرہ کی مزارِ اقدس کے قریب کُتُب خانے کے حُجرے میں ایک کپڑا مبارک کی زیارت کی ہے، جسے نہایت احتیاط سے محفوظ رکھا ہوا تھا۔ اس کے متعلق مشہور ہے کہ صاحبِ مزار کو اللہ

---

25) (القَولُ البَدِيعُ فِي الصَّلاةِ عَلَى الحَبِيبِ الشَّفِيعِ، ص133، دار الريان للتراث)

(سعادة الدارين في الصلاة على سيد الكونين صلى الله عليه وسلم،اللطيفة الرابعة والثلاثون ، ص138، دار الكتب العلمية 2012)

26) (کشف المحجوب فارسی، ص125، شیخ الٰہی بخش محمد جلال الدین، 1923ء)

تعالیٰ نے بہشت سے پوشاک (یعنی لباس) بھجوائی تھی اور اس کپڑے مبارک کو پانی کے ایک تھال میں دھو کر مریضوں کو پلایا جاتا ہے۔ میں (صاحب روح البیان) نے بھی اس مبارک پانی کو اس نیت سے پی لیا کہ میری ظاہری، باطنی بیماریاں دور ہو جائیں وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِكَ. (اور اس پر الحمد للہ میں بامُراد ہوا)۔[27]

(تفسیر روح البیان، سورۃ یوسف آخری رکوع)

تبصرہ اُویسی غفرلہ: اس میں شک المزاج (شکی) ضرور شک کرے گا، لیکن مومِن کو شک نہیں ہو سکتا، جبکہ ابتداء میں دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ یعقوب علیہ السلام کو شفا نصیب ہوئی تھی تو وہ بھی بہشتی چادر ہی تو تھی۔

سیدنا مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے جوتے کی برکت

مولانا حمید الدین بنگالی اپنے ملک بنگال سے باہر علمِ دین حاصل کرنے گئے۔ علمِ دین حاصل کرنے کے بعد اپنے وطن (بنگال) آ رہے تھے، جب آگرہ پہنچے تو مفتیٔ آگرہ کے ہاں قیام کیا (ٹھہرے)۔ حُسنِ اتفاق سے سیدنا امام ربّانی مجدد الف ثانی سرہندی قدس سرہ آگرہ تشریف لائے۔ مولانا حمید الدین بنگالی چونکہ امام ربّانی مجدد الف ثانی سے بد اعتقاد (بد ظن) تھے، لہٰذا حضرت امام ربّانی قدس سرہ کی آگرہ تشریف آوری (لانے) کی خبر سُن کر مولانا بنگالی وہاں سے کُوچ (روانگی) کی تیاری کرنے لگے تو مولانا حمید الدین بنگالی سے مفتی صاحب نے دریافت کیا کہ آپ اتنی جلدی کیوں تیار ہو گئے۔ مولانا بنگالی نے بتایا کہ شیخ سرہندی چونکہ یہاں قریب ہی آ کر ٹھہرے ہیں اور میں اُن سے ملنا نہیں چاہتا، اس لئے جا رہا ہوں۔ مفتی صاحب نے کہا (پوچھا): مولانا آپ کیوں ملنا نہیں چاہتے؟ وہ عالمِ دین بھی ہیں اور بزرگ بھی ہیں۔ بنگالی صاحب نے کہا کہ میرا دل ہی نہیں چاہتا۔ آخر کار مولانا بنگالی نے اپنا سامان اٹھایا اور بنگال کی طرف روانہ ہو گئے اور تین دن بعد بنگالی صاحب واپس آ گئے۔ مفتی صاحب نے کہا: مولانا کیا ہوا آپ واپس آ گئے؟ مولانا بنگالی بولے میں آپ کے ہاں ایک کتاب بھول گیا ،وہ لینے آیا ہوں۔ مفتی صاحب نے فرمایا کہ تلاش کر لو۔ بنگالی صاحب اندر کتاب تلاش کر ہی رہے تھے کہ مفتی صاحب نے بتایا کہ امام ربّانی دروازے پر جلوہ افروز ہیں اور اندر آنا چاہتے ہیں۔ اتنے میں مفتی صاحب نے فرمایا: مرحبا تشریف لائیں۔ یہ سُن کر مولانا بنگالی گھبرا گئے اور کہا: میں کہاں جاؤں۔ مفتی صاحب نے فرمایا: اس جگہ کوٹھری میں چُھپ کر بیٹھے رہو۔ پھر جب سیدنا امام ربّانی صاحب اندر تشریف لائے تو مفتی صاحب نے عرض کیا: حضور کیسے تشریف لانا ہوا ۔ فرمایا: ایک مسئلہ کے متعلق تبادلۂ خیال (مشورہ) کرنا ہے۔ مفتی صاحب نے عرض کیا: حضور آپ سے کونسا مسئلہ پوشیدہ ہے؟ تو فرمایا: آپ اس علاقہ کے مفتی ہیں لہٰذا تبادلۂ خیال کرنے میں کونسا حرج ہے۔ (فقیر (اُویسی غفرلہ) کا نظریہ، یہ ہے کہ یہ ایک بہانا تھا، حقیقت میں وہ بحکم الٰہی مولانا بنگالی کو شکار کرنے آئے تھے) اسی اَثناء میں (دوران) امام ربّانی کی نظر مولانا بنگالی کی نظر سے دوچار ہو گئی پھر تھوڑی دیر کے بعد سیدنا امام ربّانی قدس سرہ حُجرہ سے باہر نکلے تو مفتی صاحب بھی الوداع کرنے کو نکلے تو مفتی صاحب نے کیا دیکھا کہ مولانا حمید الدین بنگالی دست بستہ حضرت امام ربّانی کے پیچھے پیچھے جا رہے ہیں اور زار و قطار رو رہے ہیں۔ مفتی صاحب نے تعجب کیا اور کسی کو فرمایا کہ پیچھے جاؤ دیکھو کہ بنگالی صاحب کہاں تک جاتے ہیں؟ پھر اس نے آ کر بتایا کہ حضرت امام ربّانی مکان میں جلوہ گر ہو گئے ہیں اور بنگالی صاحب دروازے پر کھڑے رو رہے ہیں۔ پھر حضرت صاحب نے شفقت فرمائی اور مولانا کو اندر بُلا لیا اور پھر سُلوکِ مجددی طے کرائے اور جب سُلوک پورا ہو گیا اور مولانا بنگالی کو جانے کی اجازت مل گئی تو حضرت قدس سرہ العزیز نے فرمایا: لاؤ دستار تا کہ مولانا کی دستار بندی کی جائے۔ یہ سُن کر مولانا بنگالی نے عرض کیا: اگر تبرّک عطا کرنا ہے تو اپنے استعمال شدہ جوتے عطا کر دیں۔ آپ نے سمجھایا کہ کوئی اور چیز لے لو مگر وہ بار بار یہی عرض کرتے رہے کہ جو تا مبارک عطا ہو جائے

---

27) (روح البیان، یوسف: 93، 4/ 315، دار الفکر، بیروت)

اور جب جوتا مبارک عطا ہوا اور مولانا بنگالی روانہ ہوئے تو اس جوتا مبارک کو دانتوں میں دبائے تین(۳) کوس پچھلے پاؤں چلتے گئے اور اپنے گھر میں چبوترا بنایا ،اس پر وہ جوتا بڑے ادب سے رکھ دیا اور جو کوئی بیمار یا دعا کا خواستگار آتا مولانا فرماتے پیالے میں پانی لاؤ اور آپ اس جوتا مبارک کی نوک اس پیالہ میں پھیر دیتے تو وہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے تندرست ہو جاتا اور اگر کسی کی قسمت میں شفاء نہ ہوتی تو وہ ٹوٹ جاتا اور زندگی بھر یہ سلسلہ جاری رہا اور پھر جب مولانا بنگالی کا وصال ہوا تو وہ پاپوش مبارک(جوتا مبارک) ان کی قبر میں سر کی طرف ایک خاص جگہ پر رکھ دی گئی۔

(ملفوظاتِ خواجہ خواجگان غلام رحمۃ اللہ علیہ ،ص ۳۶)

تبصرہ: ایک ولی کے جوتے مبارک کا ادب کرنے سے مولانا حمید الدین بنگالی رحمۃ اللہ علیہ کا گھر بِاِذْنِ اللہ (اللہ کے حکم سے) دار الشفاء بن گیا اور جن کے وسیلہ سے بندگانِ خدا درجۂ ولایت حاصل کرتے ہیں انکا ادب کرنے سے کیا کچھ عطا ہو گا۔ ان شاء اللہ جنت ملے گی۔

عقلی دلیل: لوہا ایک عام دھات ہے، جس میں دور سے لوہے کے ٹکڑوں کو اپنی طرف کھینچنے کی طاقت نہیں ہوتی لیکن جب اسے مقناطیس کے ساتھ رگڑتے ہیں یا اس میں بجلی کی رُو اور کرنٹ گزارتے ہیں تو اس میں یہ طاقت موجود ہو جاتی ہے کیونکہ جب اسے کسی لوہے کے ٹکڑے کے ساتھ لگایا جاتا ہے تو اسے اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ اس تجربہ کی وجہ سے ماننا پڑتا ہے کہ ان میں لہریں ہیں اور ان کا انکار ممکن نہیں۔

اسی طرح کسی اللہ کے بندے کے ہاتھ، پاؤں یا جسم کے ساتھ کوئی چیز لگ جائے تو وہ اسے استعمال کر لے یا کسی جگہ بیٹھ جائے تو وہ چیز یا جگہ بھی پہلے جیسی نہیں رہتی بلکہ اس میں برکت اور تاثیر پیدا ہو جاتی ہے اور وہ عام انسانوں کے لئے فیض رساں بَن جاتی ہے، بیماروں کو شفا ملتی ہے، دلوں کے غم دور ہوتے ہیں، بگڑے ہوئے کام سَنوَرتے ہیں، مصیبت کے بادل چَھٹتے ہیں، گناہ دُھلتے ہیں، رحمت برستی ہے اور بندۂ مومن بخشش کی خوشخبری پا کر بڑا گوشۂ عافیّت میں پہنچ جاتا ہے۔

ایسی چیز کپڑے، بستر، پینٹ یا بچے ہوئے کھانے کو تبرّک کہتے ہیں، جسے اللہ کا برگزیدہ ولی یا خاص مقبول بندہ استعمال کرتا ہے، اسے ہاتھ لگاتا یا بیمار پر پھونک مار دیتا ہے۔ اس میں فُیوض و بَرکات کی ایسی شفاء نصیب ہوتی ہے جو دوسرے اسباب(ادویہ وغیرہ) میں نہیں ہوتی۔

فقط والسلام

الفقیر ،القادری، ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ

۱۰، شعبان، ۱۴۲۸ھ